ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے خطوط کا فنی واسلوبیاتی مطالعہ

Stylistic study of Ghulam Jilani Barq's letters

نگہت پروین، اسکالر پی۔ ایچ۔ ڈی، اردو، نمل، اسلام آباد

Nighat Parveen
Scholar Ph.D, Dept. of Urdu, NUML, Islamabad

پروفیسر ڈاکٹر فوزیہ اسلم، پروفیسر، شعبہ اردو، نمل اسلام آباد

Dr.Fozia Aslam
Professor, Dept of Urdu, NUML, Islamabad

Abstract

Dr.Ghulam Jelani Barq had a unique and versatile personality.He was playwriter, columnist, researcher, critic as well as poet too.But prose was the main center of attraction for him.Yet Dr.Barq knews poetry's grammaticle rules.Not in Urdu language,he had full grip on Persion,Arabic and English linguistics too.His creativity and researches were from religion to diletanteish.Along with this,Dr.Barq was successful dragman too.Persident Ayub era Roman style of Urdu was introduced as a replacement of Urdu linguistics but he made this obertive.There is noteworthy contribution to establish Urdu and stop Roman. He wrote thirtyeight books almost in twentyfive years.Different theoraticle literary feuilleton also affiliated with Radio Pakistan.His letter to friends and relatives were asset in urdu linguistics.After hardwork and deeply observation Dr.Abdul Aziz Sahir edited and published in a book form.

Key words: Dr.Ghulam Jelani Barq, Ideal society, style, civilization, Revoluionary thinking

کلیدی الفاظ: ڈاکٹر غلام جیلانی برق، آئیڈیل معاشرہ، اسلوب، تہذیب، انقلابی سوچ

ڈاکٹر غلام جیلانی برق جن کی مکتبی تعلیم کا آغاز اورنگ آباد سے ہوا۔ چار سال وہاں قیام کرنے کے بعد دارلعلوم نعمانیہ تشریف لے گئے یہاں سے دارالعلوم حمیدیہ (موجودہ جامعہ اشرفیہ) گئے جہاں سے ڈاکٹریٹ تک کی تعلیم حاصل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد تدریس کے شعبے سے وابستہ ہو گئے۔ نوشہرہ شہر سے شروع ہونے والا درس و تدریس کا

یہ سلسلہ انہیں مختلف شہروں میں لیے پھرتا رہا اور بلآخر گورنمنٹ کالج اٹک میں اختتام پذیر ہوا۔ ۷۵ سال تک ایک صحتمند اور کامیاب زندگی کا سفر جاری رہا۔ اچانک ایک دن فالج گرنے سے سدا بہار پھول گویا مرجھانے سا لگا، زندگی کی رعنائیاں ماند پڑنے لگیں۔ چراغ زندگی بجھنے کے قریب تھا زندگی اور موت کے مابین جنگ میں جیت موت کی ہی ہوئی۔ انقلابی سوچ کی حامل یہ شخصیت ۸۴ سال کی عمر میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملی۔

ڈاکٹر غلام جیلانی برق کا شمار اردو ادب کے ان محترم افراد میں ہوتا ہے جن کی دانشوری اور علمی قابلیت ملکی تہذیبی اثاثے میں اضافے کا باعث بنی۔ ان کا شمار بیسویں صدی کے ایسے لوگوں میں کیا جا سکتا ہے جو نسل انسانی کے لیے ایک آئیڈیل معاشرہ تشکیل دینے کی علمی و ادبی اور عملی جدوجہد کرتے رہے۔ ان کے افکار و نظریات تحریک علی گڑھ کی توسیع تھے۔

برق صاحب کی جہاں دیگر اصناف قابل رشک ہیں وہاں ان کے خطوط بھی مخصوص فنی واسلوبیاتی خصوصیات کی بدولت اردو کے دیگر نامور مکتوب نگاروں کے مقابلے میں رکھے جا سکتے ہیں۔ ان کا معمول زندگی کا طرز تخاطب خطوط میں بھی دکھائی دیتا ہے گویا خطوط لکھنے کے لیے برق صاحب کسی قسم کی ادبی کاوش کرنے سے گریز کرتے ان کی علمی وسعت دیگر اصناف کی مانند مکتوب نگاری میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔

ڈاکٹر غلام جیلانی برق اردو سمیت فارسی کے بھی قابل شاعر تھے اپنی شاعری میں اقبال جیسے بلند پایہ شاعر کے اسلوب اور طرز فکر کو اپنایا۔ اس سے جہاں شاعری میں نکھار آیا وہیں نثر بھی اعلیٰ پائے کی ہو گئی۔ دوست احباب کو لکھے جانے والے خطوط میں بے دریغ اشعار کا استعمال کیا۔ نثر میں موقع کی مناسبت سے جہاں اپنے اشعار کا استعمال کرتے وہیں دوسرے شعراء کے اشعار بھی ان کی تحریروں میں شامل حال رہے۔ ۲ اگست ۱۹۶۳ء کو علامہ عبدالعزیز خالد کے نام کتاب کے موصول ہونے پر لکھے جانے والے خط میں بیان کرتے ہیں:

> "میری زندگی ویسی ہی ہے جیسے ہر صاحب قلم کی ہوا کرتی ہے۔ ایک ہولناک بیاباں، ایک بے سایہ دشت، شام کے لمبے سائے اس دشت کے آخری کناروں تک پھیل چکے ہیں۔۔۔
>
> سورج ڈوب گیا تو کیا
> رنگ و بہار شام تو دیکھ
>
> مطالعہ کتاب کے بعد مجھے آپ کا ہم نوا ہونا پڑا

ہمارے خون ہی سے رنگ وام لیتے ہیں
شفق، شہاب، دھنک، گل بدن، چمن، صہبا (۱)

کتاب کے لیے اپنے تاثرات کو اس عمدہ انداز میں بیان کرنے کا ہنر صرف برق صاحب کو ہی حاصل تھا۔ "دشت شام" عبدالعزیز خالد کی ایک عمدہ کاوش تھی اور اس کاوش کو برق صاحب کے مخصوص اسلوب میں دی جانے والی رائے نے گویا چار چاند لگا دیے۔ برق صاحب کے بقول عبدالعزیز خالد کی اس کتاب کے بوجب انسانی زندگی کی تعمیر نو خالصتاً اسلامی اقدار پر قائم ہو گی۔ شعر کو وہ الہامی کیفیت قرار دیتے ہیں۔

برق صاحب علم دوست قسم کے انسان تھے۔ شعر و ادب کی دنیا سے متعارف ہونے والی نئی نسل کا حوصلہ بڑھاتے اور آگے بڑھنے والوں کے قدردان رہے۔ خود کو بھی ایک سے زائد زبانوں پر عبور تھا اپنے جیسا کوئی اور دکھائی دیا تو اس کے مداح بن بیٹھے۔ خط بتاریخ ۱۶ ستمبر ۱۹۶۳ء بنام عبدالعزیز خالد میں ان کے فن کو اپنے بے پایاں اسلوب کی زینت بناتے ہوئے کہتے ہیں:

"تاریخ عالم میں غالباً آپ پہلے شاعر ہیں کہ جو پندرہ سال میں بیس دیوان شائع کر چکے ہیں۔ لوگ ٹھیک ہی کہتے ہیں کہ شراب، شباب اور آگ کو چھپانا مشکل ہے۔ آیات، احادیث اور عربی امثال کو لباس شعر میں ڈھالنا آپ ہی کا کام ہے اور لطف یہ کہ اصل قول کی روانی و سلاست میں کوئی فرق نہیں آیا۔

مصاریع ذیل کی کون داد نہیں دے گا۔

۱۔ قلیلا من اللیل ما یہجعون
۲۔ یظنون انہم قادرون
۳۔ ہے آک رو فذرھم و ما یعشرون
۴۔ اسیر گمان ہیں و ھم یخرصون
۵۔ نکل کرالی ربہم ینسلون(۲)

ڈاکٹر برق کے خطوط میں اشعار کی کثیر تعداد ان کی علمی وسعت اور ادبی ذوق کی دلیل ہے موقع کی مناسبت سے برجستہ اشعار کے استعمال سے کہیں گمان نہیں ہوتا کہ اس کام کے لیے وہ کوئی شعوری کوشش کرتے ہوں گے۔ شعر بوقت تحریر خود در آتے موقع محل خواہ کیسا ہو اس کی مناسبت سے اشعار کا انتخاب لاشعوری طور پر کرتے جو نہایت عمدہ ہوتا۔ خط بنام ایڈووکیٹ میاں محمد اکرم بتاریخ ۲۶ مئی ۱۹۷۶ء میں ان کے بیٹے کی ولادت پر کہتے ہیں:

جب خوشی کی کوئی لہر میرے نہاں خانۂ دل میں داخل ہوتی ہے، تو کبھی کبھی گنگنانے لگتا ہوں آج جب یہی کیفیت ہوئی

تو چند اشعار زبان سے ٹپکنے لگے یعنی:

کتنا روشن ہوا آج اکرم کا گھر
جس کے آنگن میں نازل ہوا اک قمر
جس کی راتوں کی آغوشِ تاریک سے
پھوٹ نکلی ہے موج ضیائے سحر
جس کے ساحل پہ پھینکا ہے دریا نے آج
اک موتی گراں قدر وو الا گہر
ہے دعا ابنِ اکرم سلامت رہے
اور ہو مثلِ اقبال صاحب نظر (۳)

تحریر کسی بھی شخص کی شخصیت کا اظہار یہ ہوتی ہے اور اسلوب جو کہ مخصوص طرز اظہار ہے کو انسانی شخصیت کا آئینہ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا۔ کیونکہ اسی کی بنا پر لکھاری دوسرے لکھنے والوں سے ممیز ہوتا ہے۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے اپنے خطوط میں زبان کا تجربہ کر کے اسے قابل توجہ بنا دیا۔ انہیں اردو اور فارسی سمیت عربی زبان پر بھی عبور حاصل تھا یہ بے پناہ عبور ہی کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے عربی میں اشعار بھی کہے۔ خط بنام کرنل ڈاکٹر فیوض الرحمان میں شامل اشعار میں سے چند ملاحظہ ہوں:

موید من فیوض اللہ مقتدر
مطہر صاحب الرویات والعلم
مطہر العرق یستسقی الغمام بہ
واورج الرشد من آباۂ البہم
کا لبدر یلمع فی الظلمات جبہۃ
واوتیت میسم الشبان فی ا لھرم
لعل بابک بعد العید یستلم
نور من الحق معدود من الخدم (۴)

شاعر و ادیب کسی ایک علاقہ میں رہتے ہوئے متعدد علاقوں کے اثرات قبول کرتا ہے تحریر جہاں مختلف اثرات کی قبولیت کی وجہ بنتی ہے وہیں اس کے ذریعے اظہار بھی کیا جاسکتا ہے۔ لکھنے والا ایک ماحول میں رہتا ہے مگر اثرات بہت سے ماحولوں کے قبول کرتا ہے جن کا اظہار یہ اس کی تحریروں میں جابجا دیکھا جاسکتا ہے۔ اسی بنا پر برق صاحب کی دنیا محدود نہیں تھی ان کا مزاج مشرقی، ذہن مغربی اور طرز فکر عالمگیر تھا۔ جو بھی لکھا اس میں سوچ و فکر کا الگ رنگ دکھتا ہے۔ ان کی ہر تخلیق ایک کارنامہ ہے۔ ان کی سب سے بڑی خوبی اور خصوصیت ان کا انوکھا پن ہے۔ وہ اپنے دوست احباب کو شعر سُنا کر ان کی ناقدانہ رائے سے استفادہ کرتے۔ شعراَ کے قدردان تھے، نئے لکھنے والوں کے لیے راستہ ہموار کرنے کی تگ و دو کرتے اور ساتھ میں ان کی اصلاح بھی کر دیتے تھے۔

ڈاکٹر غلام جیلانی برق نہ صرف اقبال کی شاعری سے متاثر تھے بلکہ فکرِ اقبال بھی جیسے ان کی شخصیت میں درآئی تھی۔ اس لیے جہاں ان کے خطوط میں اقبال کے اشعار ملتے ہیں وہیں فکرِ اقبال کا عکس بھی دکھائی دیتا ہے۔ کرنل محمد خان کے نام لکھا جانے والا خط فکرِ اقبال کا عکاس ہے:

"۔۔کالجوں کا علم اور ہمارا افسانوی ادب اندھیرے تقسیم کر رہا ہے اس کا ازالہ اس نور سے ممکن ہے جو من کے افق سے طلوع ہوتا ہے۔ اگر پتھر، درخت، کوئلے اور بے رنگ پیڑوں میں آگ نہاں ہے تو انسانی ضمیر اس سے کیوں کر تہی داماں ہو سکتا ہے؟ صرف تلاش کی ضرورت ہے۔

ع "اپنے من میں ڈوب کر پالے سراغ زندگی"

ہر گوہر نے صدف کو توڑ دیا
تو ہی آمادہ ظہور نہیں (۵)

اردو زبان نے آج تک بڑے بڑے مکتوب نویس پیدا کیے ہیں جو اپنی مثال آپ ہیں۔ سر سید احمد خان کے خطوط میں ان کی نثر کا رنگ نظر آتا ہے، حالی کے خطوط ان کی شخصیت کی پاکیزگی، اعتدال اور درد و خلوص کا مظہر ہیں۔ مولوی عبدالحق کے خطوط میں زبان کا چٹخارہ موجود ہے۔ شبلی کے خطوط ان کی عالمانہ شان کی عکاسی کرتے ہیں۔ اسلوب لکھنے والے کی شخصیت کا پرتو تاہے اس کی ذات کی تمام خصوصیات یکجا ہو کر تحریر میں درآتی ہیں ۔ قاری اسی بنأ پر نہ صرف تحریر کو جان جاتا ہے بلکہ صاحب تحریر شخص کے شعورو تحت الشعور میں اُٹھنے والی لہروں سے بھی واقف ہو جاتا ہے لکھنے والے کا تخیل الفاظ کی صورت ظاہر ہوتا ہے۔ پروفیسر لوکس نے کہا تھا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی تحریر قبولیت عامہ کا رتبہ حاصل کرے، تو آپ کی شخصیت کی خوبی اور اس کی راست کرداری علی الترتیب اچھی اور مسلم ہونی چاہیے۔ گویا انسان اپنے کلام سے پہچانا جاتا ہے۔

خطوط سے لکھنے والے کے خیالات سمیت اس کے عہد کا بھی پتا چلتا ہے۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے خطوط اردو مکتوب نویسی کی تاریخ میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ ان کے ہاں بے تکلفانہ اسلوب ملتا ہے مثلاً ایک خط جو انہوں نے "فتح محمد ملک" کو لکھا تھا اس میں لکھتے ہیں:

برخوردر ملک!

"میرے عالم شاگردوں میں سے ڈاکٹر غلام سرور نے مجھے اب تک دو'ڈاکٹر عبدالحمید عرفانی نے ایک اور کرنل محمد خان نے ایک کتاب پیش کی تھی۔ میں ان تینوں کی کوشش و تلاش اور جودتِ ذہن پہ نازاں تھا اور آج تمہاری اس تخلیق پر بھی ناز کروں گا۔(۶)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق صاحب طرز ادیب ہیں۔ ان کی سادہ اور دلچسپ زبان میں روانی اور دلکشی پائی جاتی ہے۔ ان کی زبان میں حسن، ادبی چاشنی اور رنگینی بدرجہ اتم موجود ہے۔ ان کے ہاں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو کسی بھی صاحب اسلوب کے ہاں پائی جاتی ہیں۔ شگفتگی، آمد، روانی اور دلچسپی نے ان کے اسلوب کو لطافتوں سے مالا مال کر دیا ہے۔ بیان میں سادگی اور دلکشی کے بوجب ایسے محسوس ہوتا ہے گویا اپنے قاری سے براہ راست گفتگو کر رہے ہوں۔ برق صاحب کا اسلوب نثر ادبِ لطیف کے تمام تقاضے پورا کرتا ہے۔ پڑھنے والا ان کے حسن بیان میں کھو جاتا ہے۔ اس پر سرشاری کی عجب کیفیت طاری ہو جاتی ہے، نئی ترکیبیں سامنے آتی ہیں۔ ان کا شاعرانہ اور پُر تکلف اندازِ بیاں پڑھنے والے پر اپنی گرفت بنائے رکھتا ہے۔

ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے ہاں سنجیدہ تحریر کے علاوہ مزاح کا پہلو بھی ملتا ہے۔ رشید احمد صدیقی لکھتے ہیں کہ طنز و ظرافت آسانی سے ہاتھ آ جانے والے، لیکن پُر پیچ خطرناک آلے ہیں، سستی طنز و ظرافت بہت مہنگی پڑتی ہے۔ یعنی احتیاط سے کام نہ لیا جائے تو طنز و ظرافت سے کام لینے والے خود ظرافت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ مضحک کو مضحک دکھانے یا بتانے کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا، یہ سستا اور فضول کاروبار ہے۔ شخصیت کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ معمولی کو غیر معمولی بنادے۔ یعنی طنز و ظرافت کے یہی نمونے وہاں دیکھ لے جہاں کسی دوسرے کا ذہن آسانی سے نہ پہنچ سکتا ہو۔ ظرافت کے ایسے نمونے فنکار کی شخصیت کی کشید ہوتے ہیں۔ اور اچھے ادب اور اچھے ذہنوں میں جگہ پاتے ہیں۔

ڈاکٹر برق کی ظرافت بندھے ٹکے تفریحی موضوعات، روایتی کرداروں اور لفظی ہیر پھیر سے بے نیاز ہوتی ہے۔ ہر جگہ ہر بات میں وہ خوش طبعی اور زندہ دلی کا پہلو نکال لیتے ہیں صحرا کو مسکراتا ہوا گلستان بنا دیتے ہیں۔ گویا ظرافت کے سہارے مقصد کو پانے اور مشکل کا حل تلاش کرنے کا ہنر رکھتے ہیں۔ ایک خط میں جو ڈاکٹر باقر کے نام لکھا ظرافت کی عمدہ مثال ٹھہرتا ہے جس میں غلام مصطفیٰ تبسم کے بیٹے کی شادی کا ذکر ہے کہ صاحب زادے جہاں

شادی کے متمنّٰی تھے وہاں والدِ محترم انکاری تھے پھر برق صاحب اور سعادت علی خان نے مل کر یہ کام سرانجام دیا۔ خط سے اقتباس:

"۔۔۔ واقعہ یوں ہوا کہ صوفی صاحب ایک جگہ شادی کرنا چاہتے تھے اور ان کے والد (تبسم) اجازت نہیں دیتے تھے۔ آخر میں اور پرنسپل سعادت علی خان جرگہ بن کر لاہور گئے اور تبسم صاحب سے بات منوالی، شادی ہو گئی، اس پر ہاشمی قصیدہ تہنیت لکھا، مطلع تھا:-

صوفی! ہو مبارک کہ جو صوفن ہی بیاہی

چاہا تھا جہاں تم نے وہیں شادی خانہ بربادی (۷)

کتنے زور کی حقیقت بیانی ہے "شادی خانہ بربادی" کے مضمون کو اس سے بہتر انداز میں کوئی کیا بیان کر سکے گا۔ ایک اور خط ڈاکٹر باقر ہی کے نام لکھا اس میں کہتے ہیں:

۔۔۔ ہوا یوں کہ میں اس اسکول میں گیا، وہاں پہلے ہیڈ مسٹرس تھی۔ ایگزیکٹو ایک مدراسی مجرد نوجوان ہے۔ سیاہ رو، سیاہ دل اور سیاہ کار، مباشرت زنان کا گرویدہ، اسے بھلا مجھ سا گنجا بابا کیسے پسند آسکتا تھا۔۔ (۸)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے ظرافت کو زمینی و زمانی ہی رکھا، وہ اسے ماورائی اور لامکانی بنانے کی فکر ہی میں نہیں پڑے۔ وہ مزے کی باتیں بھرپُور مزے سے کہتے یہی وجہ ہے پڑھنے والوں کا اعتماد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔ انہوں نے نثر کے علاوہ شاعری میں بھی مزاح کے عنصر کو شامل کیا ہے۔ ان کے ہاں معاشرے کی ناہمواریوں کی نشاندہی بھی مزاحیہ انداز میں ملتی ہے۔ طباعی اور زندہ دلی ان کی رگوں میں موجود تھی جو طرح طرح سے جلوہ افروز ہوتی۔ وہ کسی طور بھی لطیفہ خواں نہ تھے بلکہ لطیفہ طراز تھے۔ انہوں نے طنز و مزاح کی شکل میں سوسائٹی اور تمدن کی رگوں کو چھوا اور خامکاریوں اور توہمات کا پردہ فاش کیا۔ انہوں نے اپنے دیگر مضامین اور شاعری میں کئی جگہوں پر مغربی مذہب اور مفکرین کو بھی طنز کا نشانہ بنایا۔ ہٹلر و میسولینی اور لینن و مارکس کے افعال و اعمال اور نظریات و عقائد کو بھی طنز و مزاح کے پیرائے میں بیان کیا۔

انسانی فکر کا وہ پہلو جو ادبی تخلیق کی وجہ بنے اگر سادگی وسلاست سے بھرپور ہو تو ابلاغ کا حق قدرے عمدگی کے ساتھ ادا کیا جاسکتا ہے بوقت تحریر الفاظ کا انتخاب معنی کے مطابق سادہ کیا جاتا ہے تاکہ مطلب واضح ہو جائے۔ پروفیسر لوکس کے بقول زبان کا اصلی و بنیادی مقصد ابلاغ ہے کہ اپنے خیالات وافکار اور جذبات دوسروں تک منتقل کر سکیں۔ اگر اس میں کامیابی نہ ہوئی، تو تخلیق ادب کا منصب ہی فوت ہو گیا۔ اردو مکتوب

نویسی کی تاریخ میں کئی ایسے نام ہیں جن کے ہاں سادگی میں بھی چاشنی و دلکشی موجود ہے۔ڈاکٹر غلام جیلانی برق کا اسلوبِ نثر چاہے وہ مضامین ہوں یا خطوط، ہر صنف نثر جس میں انہوں نے طبع آزمائی کی سادگی و سلاست سے بھرپور ہے۔ ان کی زبان اور اسلوب سادہ اور رواں ہے۔اندازِ بیاں میں لطافت بدرجۂ اتم موجود ہے وہ الفاظ کے ہیر پھیر سے کام لینے کی بجائے بات کو سیدھے سادھے انداز میں اس طرح کہتے کہ آورد پر بھی آمد کا گمان ہو تا۔ایک اعلیٰ درجے کے باکمال شخص اور ایک احمق میں صرف ایک چیز مشترک ہے اور وہ ہے سادگی، ایسی سادہ زبان لکھنا جس میں سلاست کے ساتھ لطیف بیانی اور اثر بھی ہو صرف باکمال ادیب کا کمال ہے۔ محض سیدھے سادھے لفظ جمع کر لینا اور سپاٹ، بے لطف، بے جان تحریر لکھنا نہ لکھنے سے بہتر ہے۔ (۹)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے متعدد خطوط اس مفہوم کو لیے ہوئے ہیں دوست ڈاکٹر محمد باقر کے نام ایک خط سے اقتباس:

"برادر عزیز!

بات سمجھ میں آگئی کہ آپ کی غیر موجودگی میں میرا پتنگ کاٹ دیا گیا تھا۔ آپ نے مجھے ایم اے کا آخری پرچہ دے کر اور ممتحن اعلیٰ بنانے کا وعدہ کر کے، میرے مالی نقصان کی تلافی کر دی ہے۔"(۱۰)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق کا شمار ان چند صاحب اسلوب لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنے موضوعات کو اس سادگی اور خوبصورتی کے ساتھ نکھارا ہے کہ کوئی ان کے مقابل نہیں آسکتا۔ ان کی زبان سادہ اور سلیس ہے مگر سپاٹ نہیں۔انہوں نے زبان و بیان کو جس انداز سے سنوارا اور نکھارا ہے وہ اپنے مجموعی جمالیاتی اور فنی تناظر میں خاصے کی شے ہے۔ان کی سادگی میں پُرکاری اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ موجود ہے۔

ایجاز واختصار کو کلام کی جان کہا جاتا ہے۔ مڈلن مُرلے کے بقول "اسلُوب کا دارومدار واضح اظہارخیال پر ہے، جہاں یہ نہیں، وہاں اسلوب نہیں" الفاظ کا درست، بروقت اور مناسب انتخاب سے جہاں مدعا بیان کیا جاتا ہے وہیں تحریر میں اختصار کی کیفیت بھی پیدا ہوتی ہے۔ خطوط نویسی کی خاص خوبی اختصار ہے۔"جوں جوں میری عمر بڑھتی جاتی ہے میں اختصار کی طرف مائل ہوتا جاتا ہوں، ہر کتاب مجھے ضرورت سے زیادہ طویل معلوم ہوتی ہے، لکھنے پڑھنے والے لوگوں سے یہ بات مخفی نہ ہو گی کہ کسی کتاب یا مضمون کا اختصار اتنی ذہنی

ریاضت اور محنت کا طالب ہو تا ہے کہ مصنف اصل شکل ہی کو غیر
ضروری طور پر طویل ہوتی ہے، باقی رکھتا ہے۔"(۱۱)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے خطوط میں ہمیں لمبے لمبے جملے اور فقرے نظر نہیں آتے ان کی بیشتر تحریروں میں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ ہر بات میں حسنِ انتخاب سے کام لیتے، کہنے کی بات کو بِلا تکلف کہہ جاتے اور جو بات کہنے کی نہ ہوتی، اسے چھوڑ دیتے اور یہی بات شاید ہر اچھے نثر نگار کو قابلِ توجہ بناتی ہے۔ الفاظ کے انتخاب اور فقروں کی ترتیب سے تصویریں بنانے کے فن میں برق صاحب کو کمال حاصل ہے۔ سید انیس شاہ جیلانی کے نام خط سے اقتباس:

"یہ ترکیب غلط اور غیر مستعمل ہے مزید بر آں بھدی اور مضحکہ خیز ہے۔ تصویر کی کوئی کاپی اس وقت موجود نہیں، کبھی ہوئی تو بھیج دوں گا۔"(۱۲)

ایک اور جگہ:

"مصروف بہت ہوں۔ وعلیکم السلام۔ بہتر ہو گا کہ آپ میری کوئی ایک آدھ ہی کتاب پڑھ ڈالیں خصوصاً "دو قرآن" تا کہ مجھے اور میرے عقائد کو سمجھنے میں سہولت ہو۔ اللہ کی ہستی سے انکار کوئی گدھا ہی کر سکتا ہے"۔(۱۳)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے ہاں سادگی، سلاست اور فقروں کی خوبصورتی ملتی ہے۔ ان کی ہر ایک زبان میں تحریر خواہ انگریزی، عربی، فارسی یا اردو ہو میں مقامی رنگ کی ایسی آمیزش کی کہ قاری کو مغربی اثرات کا بہت کم پتا چلتا ہے۔ اگرچہ ان کے اسلوب میں بعض جگہوں پر انگریزی ادب کے اثرات نمایاں ہیں لیکن ان اثرات کو اردو زبان پر غالب نہیں آنے دیتے۔ ان کی تحریریں خاص کر خطوط میں چھوٹے چھوٹے فقرے پڑھنے والے کے لیے دلچسپی کا سبب بنتے ہیں۔ عمدہ اسلوب اس بات کا متقاضی ہو تا ہے کہ لکھنے والا اپنی تحریروں کو بوجھل پن سے بچائے رکھے۔ لوکس کا خیال ہے:"طویل فقرے تو شاید وقارِ تحریر سے متصف ہوں لیکن ایک طویل پیراگراف(Paragraph)طبیعت کے لیے بوجھ بن جاتا ہے۔"

ڈاکٹر غلام جیلانی برق کا فتح محمد ملک کے نام خط سے اقتباس:

"دنیائے علم میں حیات ابدی آپ کے لیے مقدر ہو چکی ہے۔ اگر آپ مجھے بھی ہم سفر بنانا چاہتے ہیں تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" اندازِ نظر"نام میں جدت وندرت ہے۔"(۱۴)

ڈاکٹر غلام جیلانی برق کا اندازِ تحریر قاری پر سحر کی سی کیفیت طاری کر دیتا ہے۔ رومانیت کو مشرق کا طرۂ امتیاز تصور کیا جاتا ہے ڈاکٹر برق کے خطوط میں یہ امتیازی وصف ان کے اسلوب کو ایک الگ پہچان دلاتا ہے۔ مجموعی طور پر ان کے خطوط میں وسعت معلومات، گہرا مشاہدہ، زرخیز ذہن، تخیل کی آفرینی اور تازگی قریباً سبھی کچھ دیکھا جا سکتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ غلام جیلانی برق، خط بنام علامہ عبد العزیز خالد، مشمولہ "ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے خطوط (مرتبہ) ڈاکٹر عبد العزیز ساحر، لاہور: حسنین پبلی کیشنز، ۱۹۹۹ء، ص ۵۴

۲۔ ایضاً، ص ۵۹

۳۔ خط بنام ایڈوکیٹ میاں محمد اکرم، مشمولہ "ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے خطوط، ص ۸۶

۴۔ خط بنام کرنل فیوض الرحمان، مشمولہ "ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے خطوط، ص ۷۷

۵۔ خط بنام کرنل محمد خان، مشمولہ "ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے خطوط، ص ۱۲۶

۶۔ خط بنام فتح محمد ملک، مشمولہ "ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے خطوط، ص ۳۷

۷۔ خط بنام ڈاکٹر باقر، مشمولہ "ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے خطوط، ص ۹۰-۹۱

۸۔ ایضاً، ص ۹۱

۹۔ طارق سعید، اسلوب اور اسلوبیات، لاہور: نگارشات، ۱۹۹۸ء، ص ۱۸۸

۱۰۔ خط بنام ڈاکٹر باقر، مشمولہ "ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے خطوط، ص ۱۰۸

۱۱۔ سید عابد علی عابد، اسلوب، مجلس ترقی ادب لاہور، طبع دوم ۱۹۹۶ء، ص ۱۲۱

۱۲۔ خط بنام سید انیس شاہ جیلانی، مشمولہ "ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے خطوط، ص ۴۶

۱۳۔ ایضاً، ص ۴۷

۱۴۔ خط بنام فتح محمد ملک، مشمولہ "ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے خطوط، ص ۳۷